شرم وحیا کی سماجی اہمیت اور تقاضے
سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Social Importance of Shyness and Modesty in Islam
An Analytical Study in the Light of Prophet's Life

Dr. Abbas Ali Raza
Assistant Prof. Faculty of Social Sciences, Department of Islamic Studies
Lahore Garrison University, Lahore
Email: abbasaliraza@lgu.edu.pk
Dost Ali
Independent Researcher
Email: dostaliok@gmail.com
Dr. Ataur Rehman
Assistant Por. Department of Islamic Studies
Lahore Garrison University, Lahore

Abstract
Modesty is a part of faith and this is the name of such a force and power that attracts man towards goodness and prevents him from evil and indecency. Allah Ta'ala himself is the owner of modesty and likes modest people. Modesty is an essential element for a prosperous and stable society. If the members of the society are modest, other evils will not arise. But if people are immoral, then all kinds of evil will immediately spread in the society. Due to which the society will decline day by day and will go on the path of destruction and destruction. Today there is an urgent need to promote modesty in the society. So that a stable and welfare society can exist.
Keywords: Modesty, Goodness, Evil, Indecency, Prosperous, Society, Destruction

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فطرتِ انسانی میں ایسی قوت و استعداد رکھی گئی ہے جو انسان کو نیکی و بھلائی اور خیر کے کاموں کی طرف راغب کرتی ہے اور بُرائی و بدکاری سے روکتی ہے۔ نیکی و بدی کے یہ جذبات پوشیدہ اور باطن میں موجود ہوتے ہیں جو صرف اپنی نشانیوں اور آثار و علامات سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔ نیکی اور خیر کی سب سے پہلی اور بہترین نشانی شرم وحیا ہے۔ اسی طرح بدکاری و بُرائی کی نشانی اور علامت بے حیائی و فحاشی ہے۔ حیاء اور اخلاق کے متعلق ایک عربی شاعر سلم الخاسر نے نہایت خوبصورت بات لکھی ہے:

”لا تسال المري عن خلائقه   في وجهه شاهد من الخبر. “[1]

”کسی بھی انسان سے اس کے اخلاق و خصائل کے متعلق نہ پوچھ کہ اس کا چہرہ اس کے اخلاق و کردار کا آئینہ دار ہے۔“

انسان کے اچھے اخلاق اور خصائل کی بنیاد حیا ہے۔ یعنی حیاء ہی وہ قوت ہے جو انسان کو بھلائی اور نیکی کے کاموں کی رغبت دلاتی ہے اور بُرائی وبدکاری سے انسان کو روکتی ہے لہٰذا یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ حیاء ہی دراصل خیر و بھلائی اور نیکی کا منبع اور مرجع ہے۔ جس انسان میں یہ وصف جس قدر زیادہ ہو گا اسی قدر وہ خیر و بھلائی اور نیکی کی طرف میلان رکھتا ہو گا۔ اور جس قدر انسان بے حیاء ہو گا اسی قدر وہ بداخلاق اور خیر سے دور اور شر سے قریب ہو گا۔ الغرض یہ کہ حیاء ایک فطرتی جذبہ ہے جو انسان کی جبلت میں شامل ہے جو انسان کو معصیت کے کاموں سے روک کر نیکی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ اور انسان بُرائیوں سے اس طرح بھاگتا ہے جس طرح موذی جانوروں اور درندوں سے دور بھاگتا ہے اور بے اختیار اپنی جان بچاتا ہے۔ اسی طرح انسان گناہوں اور معصیت سے دور بھاگتا ہے۔ جس انسان میں جس قدر کم یہ جذبہ حیاء پایا جاتا ہے وہ اُسی قدر گناہوں کے قریب ہوتا ہے اور پھر فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے کہ حیاء تو ایمان کے شعبہ جات میں سے ایک شعبہ ہے۔ یعنی حیاء ایک بندۂ مومن کے ایمان کا گویا جزو ہے۔ جب تک بندۂ مومن میں حیاء موجود نہیں تب تک ایمان کی کاملیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((الحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ.))[2]

"حیاء تو ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔"

معلوم ہوا کہ ایمان کی کاملیت کے لیے شرط ہے کہ انسان میں شرم وحیاء ہو۔ آج ہمارے معاشرے میں بے حیائی و فحاشی اپنی حدوں کو چھو رہی ہے۔ الیکٹرانک میڈیا سے اس معاشرے میں کھلم کھلا بے حیائی کو فروغ ملا۔ رہی سہی کسر سوشل میڈیا نے نکال دی ہے۔ سوشل میڈیا کے اس طوفان نے تو بالکل ہی اخلاقیات کا جنازہ نکال دیا ہے اور معاشرے کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ آج پھر سے ہمیں معاشرے میں حیاء اور شرم ولحاظ کو فروغ دینا ہو گا۔ تاکہ معاشرے میں اخلاقی قدریں بحال ہوں۔ اور معاشرہ ترقی وخوشحالی کے راستے پر چل سکے۔

حیاء کا معنیٰ ومفہوم

حیاء لغت عرب میں سے ہے اور یہ کافی سارے معنی میں مستعمل ہے۔ جیسا کہ:

"الحياء: الحشمة، ضد الوقاحة، وقد حِيَ منه حياءً."[3]

"حیاء، شائستگی۔ جو کہ گستاخی کا متضاد ہے۔ مثلاً وہ شرمندہ شرمندہ ہے۔"

یہ حیاء کا لغوی معنیٰ ہے مگر یہ لفظ اب بطور اصطلاح مستعمل ہے۔ یعنی ایسی حس یا قوت واستعداد کو کہتے ہیں جو انسان کو خیر اور بھلائی کی طرف رغبت دلاتی ہے اور بدی وبُرائی سے طبیعت میں انقباض پیدا کرتی ہے۔ جیسا کہ میر سید شریف الجرجانی لکھتے ہیں:

''الحياء: انقباض النفس عن شئ و تركه حذراً عن اللوم فيه.''[4]

''کسی چیز سے نفس کی توجہ ہٹنا اور لہو و لعب سے اجتناب کرنا۔ اور کسی پر الزام تراشی کرنے سے شرم محسوس کرنا۔''

اسی طرح حضرت ذوالنون مصری حیاء کی تعریف فرماتے ہیں:

''الْحَيَاءُ وُجُودُ الْهَيْبَةِ فِي الْقَلْبِ، مَعَ خَشْيَةِ مَا سَبَقَ مِنْكَ إِلَى رَبِّكَ.''[5]

''حیاء کا مطلب یہ ہے کہ دل میں خدائے بزرگ و برتر کی ہیبت موجود ہو اور اس کے ساتھ ساتھ جو اعمال کر چکے ہوں یعنی جو تمھارے رب کے پاس محفوظ ہو چکے ہیں ان کے معاملے میں رب سے ڈرتے رہو۔''

ان تمام تعریفات کا حاصلِ کلام یہ ہے کہ حیاء ایک ایسی قوت و طاقت کا نام ہے جو انسان کو نیکی و بھلائی کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ جب انسان نیکی اور خیر کا کام سر انجام دے تو طبیعت میں فرحت اور تازگی پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح بُرائی اور بدکاری سے روکتی ہے۔ اگر بُرائی یا بے حیائی کا کام کیا جائے تو طبیعت میں گھٹن اور انقباض پیدا ہو جاتا ہے۔ اس گھٹن اور انقباض کی کیفیت کا نام حیاء ہے۔ شریعت کی نظر میں حیاء اس کیفیت اور حس کا نام ہے جو انسان کو بُرے کاموں سے اجتناب کرنے پر اُبھارے اور کسی کے حق میں کوتاہی اور تقصیر سے روکے۔ اسی طرح بعض علماء کے نزدیک شرم و حیاء، دل و دماغ میں راسخ اس کیفیت کا نام ہے جو نفسِ انسانی کو اپنے ذمہ فرائض کی ادائیگی اور قطعِ تعلقی و نافرمانی سے پرہیز کرنے پر اُبھارتی ہے۔ اللہ پاک نے حیاء کا وصف ہر انسان میں کسی نہ کسی درجہ میں پیدا فرمایا ہے جیسا کہ دوسروں کے سامنے اپنی شرمگاہ کھولنے اور مجامعت وغیرہ کے معاملہ میں حیاء کرنا۔ بعض لوگوں میں یہ وصف اپنی بلندیوں پر ہوتا ہے اور اُن کی شرم و حیاء کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ اس جگہ قدم تک نہیں رکھتے جہاں ذرہ برابر بھی رب تعالیٰ کی نافرمانی کا شائبہ بھی پایا جائے۔ یہ حیاء اور شرم کا اعلیٰ ترین معیار ہے اور سب سے زیادہ ہماری شرم اور حیاء کا حقدار ذاتِ باری تعالیٰ ہے کہ جس نے ہمیں پیدا فرمایا اور پھر ہم پر بے شمار نعمتیں نازل فرمائیں۔ یہ بات تقاضا کرتی ہے کہ سب سے زیادہ شرم و حیاء اسی ذاتِ پاک سے کی جائے۔

شرم وحیاء اور قرآنی تعلیمات

قرآن مجید وہ ضابطہ حیات ہے جو نسلِ انسانی کو ترقی اور خوشحالی کے ان سربستہ رازوں سے آگاہ کرتا ہے جن پر عمل کرنے سے زوال کا ذرا سا بھی اندیشہ نہیں ہے۔ عروج و بلندی کے ایسے نسخہ کیمیا کا حامل ہے کہ انسان، چاند، تاروں کو بھی پیچھے چھوڑ جائے۔ امن و آشتی کے وہ اُصول کہ انسانیت چین و سکون حاصل کرے۔ مگر یہ تبھی ممکن

ہے جب اس کتابِ ہدایت کو پڑھا اور سمجھا جائے۔ اس کی تعلیمات کو سمجھنے کے بعد پھر اُن پر حرف بحرف عمل بھی کیا جائے۔ قرآن مجید انسانیت کو ہر گوشہ حیات کے متعلق ایسی مستند رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ رتی بھر بھی کسی نقص کا شائبہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کتابِ ہدایت ایسے عظیم رب العالمین کی طرف سے ہے جو خود بھی ہر قسم کے نقص اور کمی و کجی سے پاک ومبرا ہے۔ قرآن مجید شرم وحیا جیسے حساس موضوع پر بھی انسان کو رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ حیا اور اُس کے تقاضوں کو انسانیت کے لیے ضروری قرار دیتے ہوئے اُن کے احکامات کو بھی بیان کرتا ہے۔ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ [6]

"اے محبوب ﷺ حکم دیجیے مسلمان مردوں کو کہ وہ اپنی نظروں کو جھکائے رکھیں اور حفاظت کرتے رہیں اپنی شرمگاہوں کی۔ یہ اُن کے لیے بہت اچھا ہے۔ بے شک اللہ ان تمام باتوں کو جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں اور اسی طرح مسلمان عورتوں کو بھی حکم دیجیے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نیچا رکھیں۔ اور اپنی عزت کی حفاظت کریں۔ اور اپنے بناؤ سنگھار کو ظاہر نہ کریں مگر جتنا کہ خود ہی ظاہر ہو جائے۔"

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ پاک مسلمان مردوں اور عورتوں کو حبیب مکرم ﷺ کے ذریعے سے حکم دلوا رہا ہے کہ اے مسلمان مردو اور عورتو! اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو یعنی جھکائے رکھو۔ یہاں پر اس بات کی وضاحت کر دوں کہ نظروں کو جھکانا فطرتی حیاء اور شرم ولحاظ کی علامت ہے۔ مشاہدے کی بات ہے کہ شرم وحیاء والے لوگ اپنی نظروں کو جھکائے رکھتے ہیں۔ اللہ پاک نے بھی اسی علامت کو ہی بیان فرمایا ہے اور حکم بھی فرمایا ہے اس کے برعکس جو لوگ شرم و حیاء سے عاری ہوتے ہیں وہ بے باک انداز میں نظروں کو دوسروں پر گاڑھے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح عورتوں کا بھی اجنبی مرد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا شرم ولحاظ اور حیاء کے خلاف ہے۔ اللہ پاک نے مرد و عورت کو جو نظریں جھکانے کا حکم دیا ہے اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر کسی میں شرم وحیاء کا وصف کم ہے تو وہ اگر نظروں کو جھکانا اپنی عادت بنالے گا تو اس عمل کی بدولت اس میں بھی شرم وحیاء کا وصف پیدا ہو جائے گا۔ یونہی خواتین کو بھی چاہیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں تاکہ ان کا شرم وحیاء سلامت رہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ نظریں اُٹھا کر اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غیر مردوں سے باتیں کرنے سے جو شرم وحیا موجود ہوتا ہے وہ بھی اس امر الٰہی کی خلاف ورزی اور معصیت کی وجہ سے جاتا رہتا ہے۔ نیز فرمایا کہ مرد حضرات بھی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اور خواتین بھی اپنی عصمت وعزت کا تحفظ کریں۔ کہ اسی میں خیر کثیر ہے۔ اور اللہ ورسول ﷺ کی فرماں برداری ہے۔ اس آیتِ مبارکہ میں خواتین کو ایک اور بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کو بھی غیر مردوں یا

بازاروں میں اس کی نمائش نہ کرتی پھریں۔ بلکہ اپنی زیب وزینت کو چھپا کر رکھیں۔ اور غیر مردوں پر عیاں نہ ہونے دیں۔ تاکہ اپنی عفت و پاکدامنی کی حفاظت سکے۔ بلکہ زیب وزینت کو عیاں کرنا تو دور کی بات ہے کہ زمین پر پاؤں بھی نہ زور سے ماریں کہ اُن کی چھپی ہوئی زیب وزینت کی نمائش نہ ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۚ [7]

"اور زمین پر زور سے نہ رکھیں اپنے پاؤں کو کہ عیاں ہو جائے اُن کا چھپا ہوا سنگھار۔"

اس آیتِ مبارکہ میں وضاحت کے ساتھ اللہ پاک نے عوتوں کو حکم فرمایا ہے کہ وہ زمین پر زور سے پاؤں مارتے ہوئے نہ چلیں تاکہ اُن کی زیب وزینت غیر مردوں پر ظاہر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ مرد و عورت دونوں کا خالق ہے۔ لہٰذا وہ دونوں کے مزاج اور فطرت سے بخوبی واقف ہے۔ اسی لیے اس نے فطرتِ انسانی کو مدنظر رکھتے ہوئے احکامات کو نازل فرمایا ہے۔ کیونکہ شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اگر عورت کی طرف سے ذرا سی بھی کشش والی بات ہو تو مرد کو بہکتے ذرا دیر نہیں لگتی اور یوں شیطان کو اپنا وار کرنے کا موقع مل جاتا ہے لہٰذا انسان کی کامیابی اسی بات میں ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے فرامین و احکامات پر عمل پیرا رہے تاکہ شیطان کے وار سے خود کو محفوظ بنا سکے۔ اب دیکھیے کہ اللہ پاک نے حرمِ نبوی ﷺ میں آنے والی خواتین کو کیا ارشاد فرمایا حالانکہ وہ زمانے میں سب سے معزز اور پاک دامن عورتیں ہیں جن سے حق تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرمادیا ہے اور جو تمام مؤمنین کی مائیں ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے ارشاد فرماتا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ ۳۲ . . [8]

"اے نبی ﷺ کی بیویو! تم دیگر خواتین کی طرح نہیں ہو۔ اگر اللہ رب العزت سے ڈرتی ہو تو بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کرو کہ جس کے دل میں مرض ہے وہ کسی طرح کا لالچ و طمع محسوس نہ کرے۔ لیکن یہ ہے کہ اچھی بات کرو، اور اپنے گھر میں ہی سکونت پذیر رہو اور یوں بے پردہ نہ رہو جس طرح کہ جاہلیت کے زمانہ میں تھیں نماز کو قائم کرو۔ زکوٰۃ دو اور اللہ و رسول ﷺ کا حکم مانو۔"

اس آیتِ مبارکہ میں رب تعالیٰ نے حیاء کے تقاضے اور اس کا طریقۂ کار بھی بیان فرمایا ہے کہ اے میرے نبی ﷺ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو تمھارے اوپر اللہ رب العزت کا خاص کرم اور فضل ہوا کہ اُس نے تمھیں حرمِ نبوی ﷺ کے لیے منتخب فرمالیا۔ اور یہ بہت بڑا اعزاز ہے اور یہ بہت زیادہ عزت و شرف والی بات ہے۔ لہٰذا دوسری عورتوں کی بنسبت تم پر زیادہ حق ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کا حکم مانو۔ اور جب بھی کسی سے بات کرو تو لہجے میں نرمی مت پیدا کرو کہیں جس شخص کے دل میں کسی طرح کا مرض ہے وہ کوئی غلط اُمید نہ وابستہ کرلے اور اس کے دل میں کسی قسم کا وسوسہ نہ پیدا ہو جائے۔ لہٰذا اپنے لہجہ کو مناسب رکھو ہاں کوئی غلط یا سخت بات نہ کہو۔ بلکہ اچھی اور حکمت و

دانائی والی بات کرو۔ اس سورہ مبارکہ میں کائنات کی بہترین اور معزز خواتین جن کے متعلق کسی قسم کی پلیدی کا تصور بھی گناہ ہے ان عظیم خواتین کو اللہ رب العزت نے اس قدر سخت حکم فرمایا ہے تو عام خواتین کے لیے کس قدر ضروری ہے کہ وہ ایسا طرزِ عمل اور ایسے رویے سے پرہیز کریں جو کسی مرد کے دل میں اُمید یا وسوسہ پیدا کرے۔ ہر مسلمان عورت کو چاہیے کہ وہ قرآن و سنت اور احکاماتِ الٰہی پر عمل پیرا ہو کر دین و دنیا کی دائمی سعادتوں کی حقدار قرار پائے۔

نبی کریم ﷺ کی صفت شرم وحیاء اور اُمت سے تقاضائے اتباع

ہادی برحق نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ والا شان مسلمانوں سمیت تمام عالمِ انسانیت کے لیے ذریعہ رحمت ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ جہاں ایک طرف اللہ رب العزت کی رحمت و برکت کے حصول کا ذریعہ ہے وہیں دوسری طرف منبع ہدایت بھی ہے۔ خود رب العالمین قرآن مجید میں اعلان فرمارہا ہے کہ اے میرے محبوب بتا دیجیے کہ میں اس لیے ان لوگوں کو نیست و نابود اور عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک نہیں کر رہا کیونکہ تم جو ان میں موجود ہو۔ یعنی میرے نبی رحمت ﷺ کا وجود نہ صرف مسلمانوں بلکہ کافروں سے بھی تاخیر عذاب کا سبب ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی ذات پُر نور سے ہدایت کی روشنی سے مسلمانوں سمیت اس کائنات کا ہر انسان اپنی زندگی کو منور کر سکتا ہے۔ اور اقوامِ عالم کے لوگ کر بھی رہے ہیں۔ ایسی سینکڑوں تحریریں اور غیر مسلم مفکرین کی تصنیفات منصۂ شہود پر موجود ہیں جنھوں نے برملا نبی رحمت ﷺ کی عظمت کو تسلیم کیا ہے نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ سے استفادہ بھی کیا ہے۔ یہاں تک کہ کئی ایک ان میں سے بعد ازاں اسلام بھی لے آئے ہیں۔ آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی ضوفشانی نے کروڑوں لوگوں کے دلوں کو منور و روشن کیا ہے۔ لہٰذا بحیثیت مسلمان ہمارے لیے تو بہت ضروری ہے کہ ہم ہر ہر عمل میں نبی رحمت ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کریں۔ اور اُسوۂ رسول ﷺ سے استفادہ کر کے اپنی زندگیوں کو منور اور روشن کریں۔ دیگر اخلاقِ حسنہ کی طرف شرم وحیاء کا وصف میرے نبی محترم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ آپ ﷺ گویا سراپا شرم وحیا تھے۔ ''صحیح ابن حبان'' میں ہے کہ نبی کریم ﷺ بہت زیادہ شرمیلے اور حیاء والے تھے۔ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا، إِذَا رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَا ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ.))[9]

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ ایسی کنواری لڑکی جو پردہ دار ہو اس سے بھی زیادہ حیاء دار تھے اور جب کوئی ناپسندیدہ یا ناگوار بات کو دیکھتے تو آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے ہم لوگ اس ناپسندیدگی کو محسوس کر لیا کرتے تھے۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں نبی رحمت ﷺ کی شرم و حیا اور لحاظ کو تشبیہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ایک ایسی لڑکی جو باپردہ ہو اور حیا والی ہو یعنی عمومی طور پر کنواری لڑکی میں بنسبت شادی شدہ عورت کے زیادہ شرم و حیا ہوتی ہے۔ اور پھر ایسی لڑکی جو پردہ داری کا اہتمام بھی کرنے والی ہو کیونکہ پردہ کرنا بھی حیاء کی شدت اور اس وصف کی زیادتی کو بیان کرتا ہے۔ تو نبی رحمت ﷺ اس سے بھی شرم وحیاء والے تھے۔ آپ ﷺ کو جب کوئی بات ناگوار گزرتی یا ناپسندیدہ چیز دیکھتے تو آپ ﷺ کے چہرۂ انور کے تاثرات سے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھ جایا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو یہ بات ناگوار اور ناپسندیدہ محسوس ہوئی ہے۔ یعنی حیاء اور شرم و لحاظ اس قدر تھا کہ ناگوار چیز کو دیکھ کر فوراً ہی اس پر تنقید یا کسی قسم کا ردعمل نہیں دیتے تھے۔ بلکہ حکمت اور تدبیر کے ساتھ لوگوں کی اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک اور حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سے سب سے زیادہ حیاء والے تھے۔ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((وكان صلّى الله عليه وسلّم أشدّ النّاس حياء، لا يثبّت بصره في وجه أحد.))[10]

”رسول مکرم ﷺ لوگوں میں سے سب سے زیادہ حیا والے تھے آپ ﷺ اس قدر حیاء والے تھے کہ کسی کے چہرے پر نظریں نہیں جماتے تھے۔“

اس حدیثِ مبارکہ میں ایک تو نبی رحمت ﷺ کی حیاء اور شرم و لحاظ کا ذکر آیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حیاء کی ایک علامت جو باحیاء لوگوں میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کسی کے چہرے پر نہیں گاڑتے۔ عمومی مشاہدے کی بات ہے کہ یوں کسی کے چہرے پر نظریں گاڑنے والے بے باک اور منہ زور ہوتے ہین تو اس حدیثِ پاک میں نبی رحمت ﷺ کی حیاء والی صفت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی علامت کے ساتھ کہ آپ ﷺ مخاطب کے چہرے پر نظریں گاڑے بات نہیں فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا طرزِ عمل ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ چاہیے کہ ہم بھی نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی نظروں کو جھکا کر رکھیں اور شرم و لحاظ کا پاس رکھیں۔ نبی کریم ﷺ نہ صرف خود حیاء اور لحاظ کے علمبردار تھے بلکہ آپ ﷺ نے حیاء کی اہمیت کو احادیث کے ذریعے واضح بھی فرمایا اور لوگوں کو اس کی ترغیب و ترہیب بھی فرمائی۔ حدیثِ مبارکہ میں حیاء کے متعلق نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ – أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ – شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ.))[11]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! ایمان کی شاخیں ستر سے زیادہ ہیں یعنی کثیر تعداد میں ہیں۔ اور ان میں سے سب سے افضل کلمۂ توحید یعنی اللہ

کی وحدانیت کا اقرار لا الٰہ الا اللہ کے ذریعے سے کرنا ہے اور ان ایمان کے شعبوں میں سے سب سے ادنیٰ شعبہ یہ ہے کہ راستے میں سے ایذا اور ضرر پہنچانے والی چیز کو راستے سے ہٹا دینا ہے۔ اور فرمایا کہ حیاء بھی ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں جو لفظ استعمال کیا گیا کہ ستر سے زیادہ ایمان کی شاخیں ہیں تو اس سے مراد کثرت کا اظہار ہے نہ کہ تعداد بتانا مقصود ہے۔ اور پھر فرمایا کہ ایمان کا پہلا اور سب سے افضل شعبہ یا درجہ کلمۂ توحید کا اقرار ہے۔ کیونکہ جب تک کلمۂ توحید پر ایمان نہ لایا جائے تب تک کوئی بھی انسان دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ تو جب تک کوئی شخص دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہو گا تو دیگر خیر اور بھلائی کا حقدار کیسے قرار پائے گا۔ لہٰذا ضروری امر یہ ہے کہ سب سے پہلے کلمۂ توحید کے ذریعے سے اسلام میں داخل ہوا جائے تاکہ خیر و برکت اور رحمتِ الٰہی کا حقدار قرار پا سکے۔ پھر نبی رحمت ﷺ نے ایمان کے سب سے ادنیٰ شعبے اور درجے کا بیان بھی فرمایا کہ سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان راستے میں پڑی ہوئی کوئی بھی ایسی چیز جو دوسروں کے لیے ایذا اور تکلیف کا سبب ہو اُسے راستے میں سے ہٹا دینا بھی ایمان کا حصہ ہے۔ چاہے سب سے ادنیٰ ہی کیوں نہ سہی، معلوم ہوا کہ راستے سے ایذا والی چیز کو ہٹانا بھی جزوِ ایمان ہے۔ اسی طرح فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ حیاء بھی ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے یعنی ایمان کی کاملیت تو تبھی ہو گی جب ایمان کے سارے جزء مکمل ہو جائیں یا تمام شعبہ جات کی تکمیل ہو تو ایمان کامل ہو گا۔ تکمیلِ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ انسان میں حیاء کا وصف موجود ہو با حیاء انسان اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا پسندیدہ اور محبوب بندہ بن جاتا ہے۔ حیاء انسان کو نہ صرف اللہ و رسول ﷺ کی ناراضی سے بچاتا ہے بلکہ لوگوں کے سامنے بھی شرمندگی و خجالت سے بچاتا ہے۔ انسان کی عزت و عظمت میں اضافے کا سبب ہے۔

اسی طرح ایک اور فرمانِ رسول ﷺ ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہے۔ نبی رحمت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

((الحَيَاءُ مِنَ الإِيمَانِ، وَالإِيمَانُ فِي الجَنَّةِ، وَالبَذَاءُ مِنَ الجَفَاءِ، وَالجَفَاءُ فِي النَّارِ.))[12]

"نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! حیاء ایمان میں سے ہے اور ایمان جنت میں ہے فحش گوئی تو سراسر ظلم ہے اور ظلم جہنم میں ہے۔"

اس حدیثِ پاک میں نبی رحمت ﷺ نے حیاء کے متعلق تصریح فرماتے ہوئے لوگوں کو اس بات پر متنبہ فرمایا کہ اے لوگو! حیا ایمان میں سے ہے۔ اور ایمان قیامت کو جنت میں ہو گا۔ یعنی جو شخص حیاء کو اختیار کرے گا تو وہ صاحبِ ایمان ہو جائے گا۔ اور قیامت والے دن ایمان اپنے صاحب کو بھی اپنے ساتھ جنت میں لے کر ہی جائے گا۔ اسی طرح فحش گوئی اور بے حیائی کی باتیں ظلم ہیں اور ظلم یقیناً جہنم میں ہو گا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فحش گوئی و بے

حیائی کی باتیں کرنے والا شخص ظالم ہے اور ظلم تو جہنم میں جائے گا تو اپنے ساتھ ظالم کو بھی جہنم میں ڈلوانے کا سبب بنے گا۔ لہٰذا فحش گوئی اور بے حیائی کے کام آخر کار انسان کو جہنم میں لے جانے کا سبب بن جاتے ہیں۔ فحش گو انسان کے چہرے سے نور ختم ہو جاتا ہے اور اس کی نحوست کے اثرات انسان کے چہرے پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ بے ہودہ اور فحش گوئی کرنے والے شخص کے چہرے پر پھٹکار واضح نظر آتی ہے۔ اسی طرح کی وعید ایک اور حدیثِ مبارکہ میں بھی آئی ہے:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ عَبْدًا، نَزَعَ مِنْهُ الْحَيَاءَ، فَإِذَا نَزَعَ مِنْهُ الْحَيَاءَ، لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا مَقِيتًا مُمَقَّتًا، فَإِذَا لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا مَقِيتًا مُمَقَّتًا، نُزِعَتْ مِنْهُ الْأَمَانَةُ، فَإِذَا نُزِعَتْ مِنْهُ الْأَمَانَةُ، لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا خَائِنًا مُخَوَّنًا، فَإِذَا لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا خَائِنًا مُخَوَّنًا، نُزِعَتْ مِنْهُ الرَّحْمَةُ.))[13]

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس سے حیاء کو دور کر دیتا ہے۔ اور اگر اس میں سے حیاء ختم ہو گئی تو اس میں سوائے نفرت کے اور کچھ نہ پاؤ گے۔ اور جب وہ مکروہات اور محظورات کا ارتکاب کرنا شروع کرے گا تو اس سے دیانت دور ہو جائے گی۔ اور جب اس سے دیانت نکل جائے گی تو وہ خائن اور بد دیانت ہو جائے گا اور جب وہ خائن و بد دیانت بن گیا تو پھر اللہ کی رحمت اس سے دور ہو جائے گی اور جب اس سے اللہ کی رحمت دور ہو گئی اور وہ محروم ہو گیا تو ملعون بن جائے گا۔ یوں وہ بد بخت و نامراد ہو جائے گا۔"

معلوم ہوا کہ حیاء کا ختم ہونا انسان کے لیے تباہی و بربادی کا نقطۂ آغاز ہے۔ اگر آپ اس وقت معاشرے کے چلن پر غور کریں تو اس حدیثِ پاک کو من و عن پورا ہوتا ہوا دیکھیں گے کہ جب سے سوشل میڈیا کا چلن عام ہوا ہے، ٹک ٹاک اور اس جیسی دیگر کئی ایپس فحاشی و بے حیائی کے پھیلانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ ایکدوسرے کی دیکھا دیکھی اچھے بھلے شریف گھر کی لڑکیاں ایسی حیاء باختہ ویڈیوز اور تصویریں اپلوڈ کر رہی ہیں کہ اللہ رحم کرے۔ حیاء کے خاتمے کے ساتھ ہی عورت جو کبھی اپنی عزت اور پردہ داری کے معاملے میں نہایت حساس تھی اب بے پروا ہو گئی۔ آنکھوں سے حیاء ختم ہوئی۔ سب سے پہلے سر سے دوپٹہ اُترا اور یوں رفتہ رفتہ بے حیائی کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا۔ اُسوۂ رسول ﷺ ہم سے آج یہ تقاضا کر رہا ہے کہ بے حیائی اور مغرب کی تقلید کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی تقلید اور پیروی کو اختیار کیا جائے۔

نبی رحمت ﷺ جن کی پیروی و اطاعت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ آپ ﷺ کا ارشادِ عالی شان ہے کہ ہر دین کا ایک کردار ہوتا ہے اور دین اسلام کا کردار حیاء ہے۔ یعنی حیاء کو دینِ اسلام کے کردار میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

حیاء کی مرکزیت کی وجہ ہی صرف یہ ہے کہ یہ انسان کو ہر معصیت اور اللہ ورسول ﷺ کی نافرمانی والے کام سے روکتی ہے اور ہر خیر و نیکی کے کام کی طرف راغب کرتی ہے۔ اس لیے حیاء کو اسلام میں مرکزیت اور کردار سازی میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور شرم وحیاء

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کی تربیت نبی رحمت ﷺ نے خود فرمائی۔ کس قدر عظیم لوگ تھے جنھیں قربتِ رسول ﷺ میسر آئی۔ اور بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے براہِ راست فیض یافتہ تھے۔ آپ ﷺ کی صحبت کا یہ اعجاز تھا کہ یہ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے بعد والوں کے لیے مینارۂ ہدایت بن گئی۔ رہتی دنیا تک لوگ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشکور رہیں گے جنھوں نے نہ صرف دین سیکھا اور پھیلایا بلکہ دین کے لیے وہ عظیم قربانیاں پیش کیں جن کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ نبی رحمت ﷺ سے دین کو سیکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاد اور جنگیں کیں اور اسلام کے تحفظ کے لیے سینہ سپر رہے۔ نبی رحمت ﷺ کی اک اک ادا کو دیکھا اُسے یاد کیا اور اپنے سے بعد والوں کے حوالے کیا۔ یوں وہ سلسلۂ فیض آج تک کے لوگوں کے لیے باعثِ ہدایت ہے اور ان شاء اللہ رہے گا۔ یہ سب ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے مرہونِ منت ہے۔ بارگاہِ نبوت سے فیض یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کی جھلک نظر آتی ہے۔ اور کیوں نہ آئے اس عظیم ہستی کے فیض یافتہ و تربیت یافتہ ہیں جن کی ذات والا شان نہ صرف مسلمانوں کے لیے ہادی بن کر آئے بلکہ پوری کائنات کے لیے ہادی و رحمت بن کر آئے۔ دیگر اخلاقِ کریمانہ کی طرح آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں حیاء اور شرم ولحاظ بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔ بالخصوص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی حیاء اور جود وسخا کی وجہ سے مشہور تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں سے سب سے زیادہ حیاء دار عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَشَدُّ أُمَّتِي حَيَاءً عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ))[14]

"حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت میں سے سب سے زیادہ حیادار عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہے۔"

نبی رحمت ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ میرا عثمان رضی اللہ عنہ میری اُمت میں سے سب سے زیادہ حیادار ہے۔ اس لیے فرشتے بھی عثمان رضی اللہ عنہ کا حیاء کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک واقعہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی رحمت ﷺ میرے حجرۂ مبارک میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اذنِ

اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی اور اسی طرح لیٹے لیٹے گفتگو فرماتے رہے۔ پھر کچھ وقت گزرا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ سے اذنِ اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے انھیں بھی اجازت دے دی اور اُسی طرح لیٹے رہے اور گفتگو فرماتے رہے۔ کچھ وقت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انھوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو نبی رحمت ﷺ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست فرمالیا جیسا کہ حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُثْمَانُ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَوَّى ثِيَابَهُ – قَالَ مُحَمَّدٌ: وَلَا أَقُولُ ذَلِكَ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ – فَدَخَلَ فَتَحَدَّثَ، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ، ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ، ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ وَسَوَّيْتَ ثِيَابَكَ فَقَالَ: أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ.))[15]

یعنی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو نبی رحمت ﷺ نے اپنے کپڑوں کو بھی درست فرمالیا اور جو آپ ﷺ کی پنڈلیاں مبارک ننگی تھیں انھیں بھی ڈھانپ لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعد میں مَیں نے نبی رحمت ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے کسی قسم کا اہتمام نہیں کیا۔ یعنی کپڑے درست نہیں فرمائے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اہتمام نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ ﷺ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلیوں کو بھی ڈھانپ لیا اور بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا کیا میں ایسے شخص کا حیا نہ کروں جس کا حیا رب تعالیٰ کے فرشتے بھی کرتے ہیں۔ یعنی اس قدر حیاء اور لحاظ تھا کہ فرشتے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حیاء کرتے تھے اور یہ کوئی معمولی عزت و تکریم نہیں ہے۔ بلکہ یہ عزت و شرف کا بہت بلند مقام ہے کہ اللہ کے فرشتے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حیاء کی وجہ سے ان کا حیاء کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے۔ اسی طرح کی ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے آنے پر نبی رحمت ﷺ اسی طرح لیٹے رہے اور گفتگو فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے اپنے کپڑے درست فرمالیے اور بیٹھ گئے۔ بعد میں جب اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا تو آپ ﷺ نے ف رمایا کہ اے عائشہ میرا عثمان رضی اللہ عنہ ایک کثیر الحیاء مرد ہے یعنی شرم و لحاظ والا ہے اور اگر میں اسے اسی حال میں آنے دیتا تو وہ شرم کے مارے مجھ سے اپنی حاجت نہ بیان کر سکتا۔ سو میں نے اسی خدشے کے پیشِ نظر اپنے کپڑوں کو درست کر لیا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی کیا شان اور عظمت ہے کہ جو نبی رحمت ﷺ بھی اُن کا حیاء اور لحاظ فرماتے ہیں۔

بنتِ شعیب علیہ السلام کا اندازِ حیاء قرآن میں

اللہ تعالیٰ خود بھی صاحبِ حیاء ہے اور حیاء کو پسند فرمانے والا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی کے چلنے کا انداز بیان فرمایا ہے۔ قصہ کچھ یوں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہجرت کر کے مدین تشریف لے گئے۔ آپؑ کئی دن کے بھوکے پیاسے اور تھکے ماندے تھے۔ سو بستی سے باہر ایک کنویں کے کنارے رُک گئے۔ آپ علیہ السلام کیا دیکھتے ہیں کہ دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو ایک طرف لیے کھڑی ہیں اور سب لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا پلا کر لے جا رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ منظر دیکھا تو پوچھا کہ آپ دونوں کون ہیں اور کیوں کھڑی ہیں؟ تو انھوں نے بتایا کہ معاملہ کچھ یوں ہے کہ ہمارے والد بوڑھے اور کمزور ہیں۔ لہٰذا وہ جانوروں کو چرانے اور پانی پلانے سے عاجز ہیں لہٰذا اب یہ ذمہ داری ہمیں ادا کرنا پڑتی ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے اور راستہ بنا کر پانی نکالا اور اُن لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ جس پر وہ لڑکیاں خلافِ معمول گھر جلدی پہنچ گئیں تو ان کے والد نے پوچھا کہ آج جلدی کیسے آ گئیں اس پر انھوں نے سارا ماجرہ کہہ سنایا تو ان کے والد نے ایک بیٹی کو بھیجا کہ جاؤ اس جوان کو بلا کر لاؤ۔ تو اس لڑکی کا جو چلنے کا انداز تھا وہ بہت حیاء والا تھا جسے قرآن نے بیان کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ؗ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۲۵ [16]

"تو ان خواتین میں سے ایک خاتون شرم وحیاء سے چلتی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا کہ آپ علیہ السلام کو میرے والدِ گرامی بلا رہے ہیں تا کہ آپ علیہ السلام کو اُجرت دی جا سکے جو آپ علیہ السلام نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا۔ تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس (والد) کے پاس پہنچے اور انھیں اپنے حالات بتائے تو انھوں نے کہا کہ ڈرو نہیں تم ظالموں کے چنگل سے نکل آئے ہو۔"

اس قصہ میں جو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے اس میں غور و فکر کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اللہ پاک نے اس لڑکی کے چلنے کے انداز کو قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ اندازہ لگایئے کہ کس قدر حیاء والا انداز ہو گا جس کو اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔ آپ اس واقعہ اور قرآنی آیات پر غور و فکر کریں گے تو پورا ایک دستور العمل ملے گا جس پر قیامت تک آنے والی نسلیں ہدایت حاصل کر کے اُخروی نجات حاصل کر سکتی ہیں۔

۱۔ اس واقعہ میں سب سے پہلی بات وہ دونوں عورتیں عام لوگوں سے کافی ہٹ کر دور کھڑی ہوئی تھیں جیسا کہ قرآن مجید کے الفاظ ہیں:

مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ [17]

"اور ان سے الگ ایک طرف دو عورتیں اپنے جانور روک رہی تھیں۔"

یعنی آج سے ہزاروں سال پہلے بھی حیاء کا یہ تقاضا تھا کہ مرد وزن کا اختلاط اور اکٹھے بیٹھنا یا کھڑے ہونا یا باتیں کرنا بلاضرورت یہ سب بے حیائی کے زمرے میں آتا تھا۔ اسی لیے وہ دونوں خواتین اگرچہ مردوں کے درمیان زور آوری کرکے چاہتیں تو شاید پانی پلاسکتی تھیں مگر فطری حیاء اُن کے مانع آیا اور انھوں نے اختلاط سے پرہیز کیا۔ گویا ہزاروں سال پہلے جب اس قدر فحاشی وبے حیائی کا دور دورہ نہ تھا تب بھی اختلاطِ مرد وزن کو بے حیائی سمجھا جاتا تھا۔ اور قرآن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ دونوں سرتوڑ کوشش کررہی تھیں اپنے جانوروں کو روکنے کی کہ کہیں ہمارے جانور دوسرے ریوڑ میں نہ گھسنے پائیں کہ ان جانوروں کا دوسرے ریوڑ میں گھسنا بھی انھیں گوارانہ تھا کہ کسی سے ان جانوروں کی علیحدگی کے مطالبے کے لیے بات چیت کرنا پڑتی۔

۲- اس واقعہ سے ہمیں دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ جب غیر مردوں سے بات چیت کی حاجت در پیش آئے تو مختصر سے مختصر کلام کے ذریعے سے اپنی بات کو مکمل کریں۔ جیسا کہ ان لڑکیوں نے کیا۔ اس بارے میں قرآن کہتا ہے:

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ١ٚ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ٢٣ . .[18]

"انھوں نے کہا کہ ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاسکتیں جب تک یہ چرواہے اپنے جانوروں کو پلا کر نہ لے جائیں۔ کیونکہ ہمارے والد محترم ضعیف العمر ہیں۔"

اب اس آیتِ مبارکہ میں غور کریں کہ ان دونوں لڑکیوں نے ایسا مختصر اور جامع جواب دیا کہ مزید بات چیت کی گنجائش کو ہی ختم کردیا۔ تاکہ بار بار مزید وضاحت نہ کرنا پڑے۔ سو اس سے یہ سلیقہ بھی ہمارے سامنے آتا ہے کہ غیر اور اجنبی مردوں سے بات چیت کرتے ہوئے بات کو مختصر انداز میں کیا جائے۔ اور فضول گفتگو سے پرہیز کیا جائے۔

۳- پھر قرآن مجید نے اس لڑکی کے چلنے کے انداز کو بیان فرمایا ہے کہ وہ لڑکی نہایت حیا اور شرم سے چلتی ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے آئی۔ یعنی نہ تو اس کی چال میں کوئی بھڑکیلا پن تھا اور نہ ہی بے وقار انداز تھا۔ یہاں پر اللہ پاک نے استحیاء کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جو حیاء اور شرم ولحاظ کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے یعنی اس کے چلنے کا انداز شرم وحیاء سے بھرپور تھا۔

۴- جو لڑکی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی تھی اس کا ذرا اندازِ گفتگو چیک کریں کہ اس نے یہ نہیں کہا کہ آپ میرے ساتھ میرے گھر چلیں میں آپ علیہ السلام کو لینے آئی ہوں بلکہ صراحت کے ساتھ کہا کہ میرے والد صاحب آپ علیہ السلام کو بلا رہے ہیں۔ قرآن اس بات کو یوں ارشاد فرماتا ہے:

قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا[19]

"اس لڑکی نے کہا کہ میرے والد صاحب آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ جو آپؑ نے کام کیا ہے اس کی اجرت اور مزدوری آپؑ کو دیں۔"

اس آیتِ مبارکہ میں نہ صرف حیاء کے ساتھ چلنے کے انداز کا بیان ہوا ہے بلکہ دیگر حیاء اور شرم ولحاظ کی علامات بھی بیان ہوئی ہیں جیسا کہ جو لڑکی حضرت موسیٰؑ کو بلانے آئی اس نے یہ نہیں کہا کہ میں آپؑ کو بلانے آئی ہوں یا آپؑ میرے گھر چلیں بلکہ سیدھا کہا کہ میرے والد محترم آپ ﷺ کو بلا رہے ہیں تا کہ بات واضح ہو اور کسی قسم کی بدگمانی اور وسوسہ پیدا نہ ہونے پائے۔ پھر ساتھ ہی ساتھ اپنے والد محترم کے عزم کو بھی بیان کر دیا کہ آپؑ کو مزدوری کی اجرت کے لیے بلایا جارہا ہے۔ اور پھر دیکھیے کہ جب بکریاں لے کر جاتی ہیں تو دونوں بہنیں ساتھ ہیں اور جب حضرت موسیٰؑ کو بلانے آتی ہے تو صرف ایک ہی لڑکی۔ یعنی فقط ضرورت کے تحت ہی گھر سے نکلتی ہیں۔ بلاضرورت گھر سے باہر جانے سے اجتناب کرتی ہیں۔ آج ہمارے معاشرے کا حال دیکھ لیجیے کہ بلاضرورت تو گھر سے نکلتی ہی ہیں اور ایک کی بجائے دس دس باہر نکل جاتی ہیں۔ حالانکہ یہ حیاء اور غیرت وناموس کے خلاف بات ہے۔ آج کی عورت کو بھی حیاء اور شرم ولحاظ کا ایسا انداز اپنانا ہوگا تا کہ اس کا کردار بھی قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ کی اس نیک بندی کی طرح کا بن جائے اور اللہ تعالیٰ کی نظروں میں بھی پسندیدہ ومحبوب کردار بن جائے۔ یعنی بالفاظِ دیگر اس کردار کو بیان کرکے باری تعالیٰ نے گروہِ خواتین کو بتادیا ہے کہ مجھے اس طرح کا کردار اور حیاء کا سا انداز پسند ہے۔ لہٰذا جو ایسا اندازِ حیاء اختیار کرے گی وہ روزِ قیامت میری بارگاہ میں سرخرو اور کامیاب ہوگی۔

بے حیائی اور فحاشی کے نقصانات اور ان کا تدارک

قرآن کریم اور سیرتِ مصطفیٰ ﷺ سے حیاء کی اہمیت کے متعلق احکامات بالکل واضح ہیں۔ اللہ پاک نے بے شمار جگہ پر حیاء کی تلقین فرمائی ہے۔ خود نبی رحمت ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حیاء والے تھے۔ آقا کریم ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے ہمیشہ لوگوں کو حیاء اور شرم ولحاظ کی تلقین کی۔ قرآن وسنت میں جس طرح حیاء کے متعلق بے شمار احکامات موجود ہیں اسی طرح بے حیائی وفحاشی کی ممانعت اور روک تھام کے حوالے سے بھی فرامینِ خدا اور فرامینِ مصطفیٰ ﷺ ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہیں۔ فحاشی وبے حیائی کسی بھی معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیتی ہے کیونکہ بنیادی طور پر حیاء اس کیفیت وقوت اور استعداد کا نام ہے جو انسان کو نیکی وبھلائی اور خیر کی طرف متوجہ کرتی ہے اور بُرائی وبدکاری سے روکتی ہے۔ تو جب حیاء ختم ہو جاتی ہے تو نیکی کا جذبہ ماند پڑ جاتا ہے اور بُرائی کا جذبہ شدت اختیار کرلیتا ہے۔ نتیجتاً جو عورت سر سے چار اُتارنے کی روادار نہ تھی وہ آہستہ آہستہ اپنے آپ کو کپڑوں تک سے آزاد کرلیتی ہے اور یوں وہ گناہوں کی ایسی دلدل میں گر جاتی ہے جس سے نکلنا

محال ہو جاتا ہے۔ اگر ہم قرآنی تعلیمات پر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ نہ صرف اُن لوگوں کے لیے وعید آئی ہے جو بے حیا بن جاتے ہیں بلکہ جو مسلمانوں میں بے حیائی کو فروغ دیتے ہیں اور اس کاروبار کو پسند کرتے ہیں ان کے لیے بھی بڑی سخت وعید آئی ہے۔ رب تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ١ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ١ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ١٩ . . [20]

"اور وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں فحاشی و بے حیائی پھیلے۔ ان کے لیے دُنیا اور آخرت میں بڑا ہی دردناک عذاب ہے۔ اور رب تعالیٰ وہ سب جانتا ہے جو تم نہیں جانتے ہو۔"

اس آیتِ کریمہ میں رب تعالیٰ نے اُن لوگوں کا ذکر کیا ہے جو کہ اس بات کو محبوب رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں فحاشی اور بدکاری کو فروغ ملے تو جو لوگ اس چیز کو پسند کرتے ہیں یعنی مسلمانوں میں فحاشی و بے حیائی پھیلنے سے خوش ہوتے ہیں اُن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور آخرت کی زندگی میں تو پھر عذاب الیم کا مزہ چکھنا ہی پڑے گا اگر بغیر توبہ کیے مر گئے۔ مزید رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو دلوں کے بھید بھی جانتا ہے اور وہ کچھ بھی جانتا ہے جو تم نہیں جانتے ہو۔ بنیادی طور پر فحاشی کا لفظ بدکاری اور قومِ لوط کے گھناؤنے فعل کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اور زناکاری و بدکاری پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ١ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ٣٢ . . [21]

"اور زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ بے شک یہ بے حیائی و بدکاری ہے۔ اور یہ تو بہت ہی بُرا و گندگی والا رستہ ہے۔"

اس آیتِ مبارکہ میں تو بے حیائی کو زنا کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ مگر لفظ بے حیائی وسیع تر مفہوم میں مستعمل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر عریانی، جسم کی نمائش، ننگی تصاویر اور ویڈیوز جیسا کہ آج کل ٹک ٹاک اور سنیپ چیٹ جیسے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر اپنی ویڈیوز بنا کر اپلوڈ کرنا، مرد وزن کا اختلاط، بازاروں میں خواتین کا کھلے منہ بلا مقصد پھرنا، بدکاری اور فحاشی پر مبنی ویڈیوز دیکھنا یہ سب بے حیائی اور فحاشی کے زمرے میں آتا ہے۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ یہ تمام کے تمام اعمال بالآخر انسان کو زناکاری تک پہنچا دیتے ہیں۔ یعنی زنا تک پہنچنے کے یہ درجات ہیں۔ اس لیے یہ سب اعمال بھی اسی زمرے میں داخل ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے تو بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے۔ چاہے وہ کھلم کھلا ہو یا چھپ چھپا کر۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ [22]

"اے محبوب فرما دیجیے کہ اللہ پاک نے بے حیائی کو چاہے وہ اعلانیہ ہو یا پوشیدہ طور پر ہو حرام قرار دے دیا ہے اور گناہ کو بھی اور اسی طرح زیادتی و بغاوت کو بھی اور ناحق کو بھی۔"

قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ میں دونوں صورتیں بے حیائی اور فحاشی جو ہیں، ان کو حرام قرار دیا ہے مگر آج تہذیبِ مغرب کے درندوں نے عورت کو ورغلا کر پہلے چار دیواری سے باہر لائے اور پھر چادر چھین کر اُسے بے حیاء و بدکار بنا دیا۔ آج لوگ جسم انسانی کو کپڑوں سے آزاد اور تقویٰ و حیاء سے خالی کرنا چاہتے ہیں۔ اور شیطان کے نمائندوں نے میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ پر کنٹرول حاصل کر کے بے حیائی اور فحاشی کو فروغ دینے کا عمل شروع کر رکھا ہے۔

ان بدقماشوں اور ذریت ابلیس کا مقصد فقط یہ ہے کہ انسان کو اُن تمام اوصاف سے محروم کر دیا جائے جو شرفِ انسانیت ہیں۔ اور یہ ابلیس کے کارندے انسان کو بھٹکا کر شیطان کے تابع کرنا چاہتے ہیں تاکہ شیطانیت اپنا ننگا ناچ جاری رکھ سکے۔ آج ہماری نوجوان نسل ان کے نرغے میں آچکی ہے جس کے نتائج نہایت خوفناک ہیں۔ رب تعالیٰ سے بیگانگی بے حیائی کا سب سے پہلا نتیجہ ہوتا ہے اور اس کے بعد ہلاکت و بربادی کے ایسے راستے کا انسان مسافر بنتا ہے کہ خود کو ہی ختم کر بیٹھتا ہے۔ یوں پوری انسانیت تباہ و برباد ہو جائے گی۔ اگر بے حیائی اور شیطان کے پیروکاروں کا راستہ نہ روکا گیا تو بالآخر یہ طوفان ہر طرف تباہی مچا دے گا۔

حیاء اور شرم ولحاظ کے فروغ کی چند عملی تعبیرات

عصرِ حاضر میں ہمارا معاشرہ بڑے پیمانے پر فواحش و بدکاری کی نشر و اشاعت کی زد میں ہے۔ ذمہ داران آنکھیں بند کیے تباہی و بربادی کے منتظر ہیں۔ بلکہ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ بہت ساری بے حیائی کی باتیں ثقافت اور رسم و رواج کے نام پر رائج کر دی گئی ہیں۔ اور جو لوگ ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہین انھیں دقیانوسی اور انتہاپسند جیسے القابات سے نوازا جاتا ہے۔ اس لیے معاشرے کے اہلِ علم و دانش کے کندھوں پر دگنی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنی ذمہ داری کا ادراک کرتے ہوئے اصلاح کے علم کو تھامیں اور میدانِ عمل میں نکل کھڑے ہوں۔ حیاء اور شرم ولحاظ کے فروغ کی چند تدابیر درج ذیل ہیں:

۱- قرآن و سنت کی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہی دی جائے۔

۲- اہل علم و دانش اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے میدانِ عمل میں نکل کر ترجیحی بنیادوں پر بے حیائی کے خلاف بھرپور مہم چلائیں۔

۳- خواتین کی بے پردگی اور بازاروں میں تفریحی و بے مقصد گھومنے پھرنے پر پابندی عائد کی جائے۔

۴- حیاء کے فروغ کے لیے ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا جائے۔

۵- یونیورسٹیوں اور کالجز میں حیاء کے موضوع پر سیمینارز کا انعقاد کیا جائے۔

۶- بے ہودہ اور غلیظ ویب سائٹس کو بلاک کیا جائے۔

۷- منفی اور بے حیائی میں ملوث میڈیا پر پابندی عائد کی جائے۔

۸- فحاشی و بے حیائی کے خلاف حکومتی سطح پر اقدامات کیے جائیں۔

۹- قرآن و سنت کی روح کے مطابق قوانین بنا کر فوری نافذ کیے جائیں جو بے حیائی کی روک تھام میں مؤثر ثابت ہوں۔

۱۰- حکمران طبقہ اور اہل علم و دانش اپنے کردار سے لوگوں کے لیے مثالی نمونہ پیش کریں تاکہ عوام الناس کو بھی ترغیب آئے۔

خلاصۂ بحث

حیاء ایمان کا جزو ہے۔ اور یہ ایک ایسی قوت و طاقت کا نام ہے جو انسان کو نیکی و بھلائی کی طرف راغب کرتی ہے اور بُرائی و بے حیائی سے روکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بھی صاحبِ حیاء ہے اور حیاء دار لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔ ایک فلاحی اور مستحکم معاشرے کے لیے حیاء ایک ضروری عنصر ہے۔ اگر معاشرے کے افراد حیاء دار ہیں تو دیگر بُرائیاں جنم ہی نہیں لیں گی۔ لیکن اگر لوگ بے حیاء ہیں تو پھر ہر قسم کی بُرائی فوراً معاشرے میں پھیل جائے گی۔ جس کی وجہ سے معاشرہ دن بدن زوال پذیر ہوتا جائے گا اور تباہی و بربادی کے راستے پر چل نکلے گا۔ آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ معاشرے میں حیاء کو فروغ دیا جائے۔ تاکہ مستحکم اور فلاحی معاشرہ وجود میں آسکے۔

حوالہ جات

1 https://www.aldiwan.net/poem44279.html

2 محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري، صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان، رقم الحديث: ۹.

3 https://dorar.net/alakhlaq/1257أولا-الحياء-لغة-واصطلاحا

4 علی بن محمد السيد الشريف الجرجاني، معجم التعريفات (القاهره: دار الفضيلة، س ن)، ص: ۸۳.

5 أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي، شعب الإيمان، (الرياض: كتبة الرشد للنشر والتوزيع، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳م)، ج: ۱۰، ص: ۱۸۱، رقم الحديث: ۷۳۵۰.

6 القرآن، النور ۲۴:۳۰۔

[7] القرآن، النور ۲۴:۳۱۔

[8] القرآن، الاحزاب ۳۳:۳۲۔

[9] محمد بن حبان بن أحمد بن حبان، الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، (بيروت: مؤسسة الرسالة، ١٤٠٨ھ/١٩٨٨م)، ج: ١٤، ص: ٢١٥، رقم الحديث: ٦٣٠٨.

[10] يوسف بن إسماعيل بن يوسف النَّبْهَاني، وسائل الوصول إلى شمائل الرسول صلى الله عليه وآله وسلم، (جدة: دار المنهاج، ١٤٢٥ھ)، ج: ١، ص: ٢٢٩.

[11] مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، صحيح المسلم، كتاب الإيمان، باب شعب الإيمان، رقم الحديث: ٣٥.

[12] محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، سنن الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في الحياء، رقم الحديث: ٢٠٠٩.

[13] ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب ذهاب القرآن والعلم، رقم الحديث: ٤٠٥٤.

[14] أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، (بيروت: دار الكتب العلمية، ١٤٠٩ھ)، ج: ١، ص: ٥٦.

[15] مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، صحيح المسلم، كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم، باب من فضائل عثمان بن عفان رضي الله عنه، رقم الحديث: ٢٤٠١.

[16] القرآن، القصص ۲۸:۲۵۔

[17] القرآن، القصص ۲۸:۲۳۔

[18] القرآن، القصص ۲۸:۲۳۔

[19] القرآن، القصص ۲۸:۲۵۔

[20] القرآن، النور ۲۴:۱۹۔

[21] القرآن، بنی اسرائیل ۱۷:۳۲۔

[22] القرآن، الاعراف ۷:۳۴۔